

## سرفراز، غربیوں کا ملکیتیں تھا

سرفراز مسیح کے خاندان کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔ دو بچیاں اور ایک پتھرائی ہوئی یوہ۔ یہ تصویر ہمارے ملک میں کرونا کی صورتحال خاموشی سے بیان کر رہی ہے۔ انکی آنکھوں میں ہزاروں سوال ہیں۔ شائد جواب بھی ہوں۔ مگر سب کچھ خاموش ہے۔ زندگی بھی اور موت بھی۔ سرفراز مسیح، کراچی کے ایک پڑول پمپ پر دیہاڑی دار ملازم تھا۔ روزانہ پانچ، چھ سو روپیہ کما کر گھر لیجاتا تھا۔ جس سے ایک بے مقصدی زندگی گزارنے میں مدد ملتی تھی۔ چھوٹا سا کمرہ، اس میں پورا خاندان رہتا تھا۔ کمرہ میں کھانا پکانے کا انتظام تھا۔ 22 مارچ، کو حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کرونا کی وباء پھیل رہی ہے۔ لہذا تمام کاروبار بند ہونا چاہیے۔ پتہ نہیں کیوں، ”لاک ڈاؤن“ کا لفظ نہیں لکھنا چاہتا۔ کیونکہ اب تک، اس بے رحم لفظ کا مطلب نہیں سمجھ پایا۔ لاک ڈاؤن کا اصل مطلب کیا ہے۔ جس دن، کراچی میں زندگی کو محدود کیا گیا۔ اسی دن، پڑول پمپ بھی بند ہو گیا۔ کاروبار ہی غیر معینہ مدت کیلئے بند کر دیا گیا، تو ٹھیک اسی پل سرفراز مسیح کو نوکری سے فارغ کر دیا گیا۔ وہ بے روزگار ہو گیا۔ یہ عام سی بات نظر آتی ہے کہ کرونا کی وجہ سے عموماتِ زندگی کا مکمل طور پر تبدیل ہو گئے۔ سب یہی کہتے ہیں۔ مگر سرفراز کو اسکا اصل مطلب پتہ تھا۔ گھر پہنچا، تو زندگی کے تمام حقائق مونہہ کھو لے، سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ کمرے کا کرایہ، بجلی کا ملک، کھانے پینے کی ضرورتیں۔ سب کچھ وہیں پر تھا، مگر سرفراز کے پاس اب روزانہ کے چھ سوروں پے نہیں تھے۔ دو دن کے بعد، سرفراز کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ اسے ٹھنڈگتی تھی اور بخار ہو گیا تھا۔ ہر طرف کرونا، کرونا کی آواز تھی۔ سرفراز خوف میں بیٹلا ہو گیا۔ ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے بالکل وہی کہا جو سرفراز سوچ رہا تھا۔ آپ کو کرونا ہو چکا ہے۔ اب اسکیلے، پندرہ دن گزارنے ہوں گے۔ سرفراز واپس آیا تو ایک کمرے کا گھر موجود تھا۔ ڈاکٹر کا مشورہ تو درست تھا۔ مگر یہ سب کچھ کیسے ہو گا۔ اس مشکل سوال کا جواب موجود نہیں تھا۔ خیر، اسکا بخار بڑھتا گیا۔ سرفراز کو یقین ہو گیا کہ اسے کرونا ہو چکا ہے۔ اب اس نے اور طرح سوچنا شروع کر دیا۔ دو مصوم بچیاں اور بیوی کو بھی اسکی وجہ سے بیماری منتقل ہو سکتی ہے۔ سرفراز کو اس تشویش نے بری طرح گھیر لیا۔ ڈنی طور پر سمجھنے لگا کہ پورا خاندان موت کے مونہہ میں جا سکتا ہے۔ سرفراز مسیح نے خوف سے اپنی جان لے لی کہ اسے کرونا ہے اور یہ بیماری اسکے بچوں کو مار سکتی ہے۔ بچھے کے ساتھ، رسی باندھی اور خودکشی کر لی۔ مشکل ترین بات یہ تھی کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق، سرفراز کو کرونا نہیں تھا۔ اسکا واحد ٹیسٹ مرنے کے بعد ہوا تھا جو ثابت کرتا تھا کہ اسے معمولی بخار تھا۔ ہاں، خوف اتنا زیادہ تھا کہ سرفراز مسیح نے اپنے ہاتھوں سے ہی اپنی جان لے لی۔ غربت، بیماری، بے روزگاری اور بے بی اسکی موت کی اصل وجوہات تھیں۔ اسکے خاندان کی تصویر دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ مجبوری اور مفلسی اصل میں کیا ہیں۔ یہ طرح، اندر، ہی اندر، انسان کو زندگی اور خوبیوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ ہمارے جیسے منافق معاشرے کی اصلاحیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

پاکستان میں کرونا کی وباء سے تقریباً ایک کروڑ اسی لاکھ لوگ بیرون گار رہوئے ہیں۔ اس میں غریب طبقہ کے افراد کثرت سے ہیں۔ مزدور، دیہاڑی دار افراد، ٹھیلے والے، چھوٹے چھوٹے کاروبار کر کے سانس لینے پر مجبور لوگ، سب اس میں شامل ہیں۔ اقتصادی

نقصان کتنا ہوا ہے۔ اسکا اندازہ کم از کم اس وقت تو نہیں لگایا جاسکتا۔ دو چار افراد، جنہیں ہم اقتصادی ماہرین مانے پر مجبور ہیں، ہر وقت میدیا پر مرشیہ گوئی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ شائد ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ نقصان، ہماری توقعات سے بھی حد درجہ زیادہ ہے۔ ویسے ان ماہرین میں سے چند ایک کو تو جانتا ہوں۔ ان میں صوبے یا مرکز میں وزیر یا مشیر بنے کی خواہش بھر پور طریقے سے محسوس ہوتی ہے۔ ہر دور میں، وہ بربادی کے لفظ سے شروع ہوتے ہیں۔ اگر حکومت کے آغاز میں مشیر بنادیا جائے، تو معیشت بالکل ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ، انہیں نظر انداز کر دیا جائے، تو انکی نظر میں واقعی ملک تباہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال کرونا نے معیشت کو زبوں حالی میں بنتلا کر دیا ہے۔ ہم، تیسری دنیا کا حصہ ہیں یا کسی پاتال کا۔ وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ مگر پورے کرہ ارض پر اس وقت یہ روزگاری اور غربت کا بول بالا ہے۔ ہمارے جیسے ملکوں کے صدور اور وزراء عظم، دنیا کو اپنی بے بُسی فروخت کر رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح، فقیروں کی طرح صد الگار ہے ہیں کہ بھی، ہم آپکے مقرض ہیں۔ غریب اور قلاش ہیں۔ ہمارے قرضے معاف کر دیے جائیں یا انکو واپس کرنے میں رعایت دی جائے۔ غریب ملکوں کے اہم ترین لوگوں کے گزشتہ تین چار ماہ کے بیانات پڑھ لیجئے۔ وہ حیرت انگیز طور پر یکساں ہیں۔ ایک ہی دلیل ہے۔ ہم لٹ پھلے ہیں۔ ہمارے پاس پیسے ختم ہو چکے ہیں۔ ہماری مدد کرو۔ ہمارے اوپر قرض کی واپسی کا بوجھ ختم کر دو۔ خودداری کے تمام دعویٰ ریت کی دیوار ثابت ہوئے ہیں۔ مگر ان تمام ملکوں میں ایک اور عذر بھی یکساں ہے۔ جس کا ذکر کبھی نہیں کیا گیا۔ اسے عوام کی نظر سے اوححل رکھا جا رہا ہے۔ وہ ہے، کہ ملک کے چند فیصد لوگوں نے، کرونا کی وباء میں حیرت انگیز پیسے کیا ہے۔ یہ لوگ اس وباء کی بدولت اتنے فائدے میں آگئے ہیں کہ انکی خوشی، چھپانے کے باوجود نہیں چھپتی۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی کہ اتنی زیادہ دولت کا کیا کریں۔ صرف مثال دینا چاہتا ہوں۔ کیا آپکو اندازہ ہے کہ نجی شعبے کے ہسپتا لوں اور لیبارٹریوں نے عام لوگوں سے کتنا پیسہ کمایا ہے۔ لاہور کے چند نجی ہسپتا ہوں میں مریضوں کے بل دیکھنے کے بعد، ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ انہوں نے بے رحم طریقے سے مریضوں کو لوٹا ہے۔ انکی جیبوں پر ڈاکے ڈالے ہیں۔ لاہور، ہی کی چند لیبارٹریوں کے مالکان ان دو تین مہینوں میں ارب پتی ہو چکے ہیں۔ آپ ہسپتا لوں سے نظر اٹھا کر، کسی اور طرف دیکھیے۔ اصل اور نقل، دونوں طرح کے سینی ٹائزر بنانے والے دولت کے گنگا جل میں اشان کر رہے ہیں۔ دوسری طرف سپریم کورٹ نے حکومتی عمائدین کو بھی کھلے لفظوں میں بتا دیا کہ جو اخراجات بتائے جا رہے ہیں ان میں سچائی کا عذر نظر نہیں آرہا۔ حکومتی سطح پر، ایک مریض پر دس سے پندرہ لاکھ یا شائد پچس لاکھ خرچ کیے گئے ہیں۔ سپریم کورٹ نے ان اخراجات پر سوالیہ نشان لگادیا ہے۔ باقی آپ خود سمجھ دار لوگ ہیں۔ سمجھ چکے ہو نگے کہ اس لوٹ مار میں نجی اور سرکاری شعبے ہر طرح سے برابر ہیں۔

اس خوفناک تصویر کا ایک رخ اور بھی ہے۔ جس پر چک کولنز (Chuck Collins) نے تفصیل سے بات کی ہے۔ سی این این کی اس تحقیقی رپورٹ کے مطابق، دنیا کے امیر ترین لوگوں نے، کرونا کی وباء سے حیرت انگیز مالی فواد حاصل کیے ہیں۔ کولمبیا یونیورسٹی سے منسلک تحقیقی ادارے نے کہا ہے کہ پوری دنیا میں غربت حد درجہ بڑھ چکی ہے۔ اسکے برعکس چند لوگوں نے پوری دنیا کی دس فیصد دولت، مزید اپنے خزانے میں شامل کر لی ہے۔ اس وباء میں، لوگوں نے ویڈیو کانفرنس پر حد درجہ زور دیا ہے۔ جسکی بدولت زوم کمپنی کے مالک، ایک یان نے ایک بلین ڈالر کمائے ہیں۔ بالکل اسی طرح، سٹیو بالمر جو کہ سکائپ کا مالک ہے۔ ان تین ماہ میں ڈیڑھ ارب

ڈالرمز یہ مکاچ کا ہے۔ امازوں کے مالک نے تو خیر کمال کر دیا ہے۔ اس نے پہلی جنوری سے اب تک چھپیں بلین ڈالر کمائے ہیں۔ کولمبیا یونیورسٹی کی رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ اسکی دولت، ہندو راس جیسے ملک کی جی ڈی پی سے کہیں زیادہ ہے۔ بالکل اسی طرح ٹیسلا کمپنی نے تین ماہ میں آٹھ بلین ڈالر کمائے ہیں۔ اب دنیا کا امیر ترین آدمی بل گئیں نہیں، بلکہ امازوں کا مالک چیف بیزوں ہے۔ یہ اس دولت کا ذکر کر رہا ہوں جو جائز قرار دی جاتی ہے۔ ناجائز دولت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ جس طرح ہمارے اقتصادی ماہرین یہ فرماتے ہیں کہ نقصانات کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ بالکل اسی طرح، وباء سے مالی فائدہ اٹھایا جانے پر بھی صرف قیاس ہی ہو سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے جیسے لوگوں کی سوچ سے بھی بڑھ کر ہے۔ دنیا کی دولت کی اکثریت اب صرف ایک فیصد طبقے کے پاس منتقل ہو چکی ہے۔ اس طبقہ کا تعلق کسی ایک ملک سے نہیں ہے۔ یہ طبقہ، ہمارے جیسے غریب ملکوں میں بھی ہے اور امریکہ جیسے امیر ملک میں بھی۔ یہی ایک فیصد طبقہ، پوری دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ ہمارے جیسے ملک یا پوری دنیا کے نواوے فیصلوں کی طرح، اس ایک فیصد کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہمیں ادراک تک نہیں کہ ہم تمام لوگ صرف اور صرف بے حیثیت نوکروں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ یہ طبقاتی فرق اب کھل کر سامنے آگیا ہے۔ اگلے چند مہینوں میں، اس دولت کی مرکزیت میں مزید اضافہ ہو گا۔ مگر ہمیں بتایا جائے گا کہ دنیا میں دراصل غربت میں اضافہ ہوا ہے۔ کوئی نہیں کہے گا کہ ہماری غربت کی اصل وجہ، کارپوریٹ کلچر کا وہ لفظ ہے، جسے خوفناک منافع کہا جاتا ہے۔

اپنے ملک کی طرف واپس آتا ہوں۔ حقیقت میں کرونا نے عام لوگوں کی تکالیف میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ مگر مجھے ایک الیہ اور نظر آ رہا ہے۔ لوگوں کی اکثریت یہ سمجھ رہی ہے کہ کرونا نام کی بیماری کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ ایک سازش ہے اور اس اختراع کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا دوست اور کلاس فیلو، ڈاکٹر تجھل، انتہائی دردمندانہ طریقے سے فون کرتا ہے۔ کہ لکھو، کہ ہم لوگ، حفاظتی اقدامات نہ اٹھا کر ایک دوسرے کو بتائے بغیر موت کے گھاٹ اُتار رہے ہیں۔ ڈاکٹر تجھل بار بار کہتا ہے کہ اس وباء سے لڑنے کیلئے، میڈیکل پروفیشن کے تمام عنابر کو حکومتی فیصلوں میں شامل کرنا چاہیے۔ یہ دو تین حکومتی لوگوں کی سوچ سے بالاتر کام ہے۔ میڈیکل اداروں کے سربراہان کو حکومتی، فیصلوں میں کلیدی کردار دینا چاہیے۔ مگر ڈاکٹر تجھل کی سمجھداری کی باتیں کون سنے گا۔ غریب کو مرنے سے کون بچائے گا۔ کمزور طبقے کی مدد کون کریگا۔ کون آنا کے پہاڑ سے اُتکر، مفلس طبقہ کی دلジョئی کریگا۔ مجھے تو دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا۔ ہاں مجھے سرفراز مسیح کی جھوٹی ہوئی لاش ضرور نظر آ رہی ہے۔ جو اس معاشرہ کی بے بسی کی اصل تصویر ہے۔ شائد سرفراز مسیح غریبوں کا بل گئیں تھا یا شائد مفلسوں کا چیف بیزو!

راو منظر حیات